بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

دنیائے اسلام میں ہر دور میں مسلم حکومتوں کے بیشتر شعبہ جات میں بالعموم اور عدلیہ میں بالخصوص فقہِ اسلامی کی عمل داری رہی ہے۔ اسلامی ریاستِ اول کا پورا نظام فقہِ اسلامی پر قائم تھا اور اسلامی تاریخ کی بادشاہتوں تک میں فقہِ اسلامی کی قانونی ماخذ اور عدالتی قانون کے طور پر ضرورت رہی ہے۔ کوئی بھی شخص خواہ وہ فقہِ اسلامی کا کیسا ہی مخالف اور کتنا ہی بدتر دشمن کیوں نہ ہو' یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اسلامی تاریخ کا کوئی دور فقہی عملداری سے خالی رہا ہے یا یہ کہ فلاں وقت میں فلاں اسلامی حکومت کسی بھی فقہی مذہب کی محتاج نہیں رہی۔

آج کی جدید مسلم دنیا میں اگرچہ اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں انگریزی قانون کو بالادستی حاصل ہے تاہم پرسنل لاء اب بھی تقریباً ہر اسلامی ملک کا فقہی مذاہب میں سے کسی نہ کسی مذہب کے تابع ہے۔ جبکہ بعض اسلامی حکومتیں فوجداری قوانین (Criminal Laws) میں بھی کسی فقہی مذہب ہی کی پابند ہیں۔ اور وہاں کسی نہ کسی فقہی مذہب کی قانونی برتری قائم ہے۔ مثلاً سعودی عرب میں فقہ حنبلی کی بالادستی ہے' ایران میں فقہِ جعفری کی حکومت قائم ہے' افغانستان میں فقہِ حنفی ملک کا حاکم قانون ہے' مراکش اور سوڈان میں فقہِ مالکی قانونی ضروریات پورا کرتی ہے' سلطنتِ عمان میں اباضی فقہ کی حکومت قائم ہے۔ مصری عدالتوں میں فقہِ شافعی رہنما قانون ہے اور اسی طرح دیگر اسلامی ممالک میں کوئی نہ کوئی فقہی مذہب ہی حاکم یا قاضی ہے۔

کچھ عرصہ سے فقہِ اسلامی کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرنے والوں نے یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ امتِ مسلمہ میں تفرقہ کی ذمہ داری مذاہبِ فقہیہ پر عائد ہوتی ہے حالانکہ یہ بات سرے سے غلط ہے' فقہی مذاہب کے پیروکاروں نے ہمیشہ ایک دوسرے کا احترام کیا ہے۔ کیا آج بھی حرمین شریفین میں مختلف فقہی مذاہب کے ماننے والے لاکھوں فرزندانِ اسلام فقہِ حنبلی کے امام کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے نظر نہیں آتے؟

دینی مدارس کو بعض سیکولر عناصر یہ کہہ کر مطعون کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہاں فرقہ واریت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ زیرِ نظر شمارہ میں علامہ محمد اعظم سعیدی کا ایک مضمون شامل

ہے جس کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دینی مدارس جو فقہِ اسلامی کے سر چشمے ہیں عرصہ دراز سے اب تک اپنے ہاں تمام مذاہب کے مصنفین کی کتب بطور نصاب پڑھا رہے ہیں اور درسِ نظامی مختلف فقہی نظریات کے حامل علماء کی تالیفات کا خوبصورت گلدستہ ہے۔ ہم ایسے کسی بھی الزام کو یکسر مسترد کرتے ہیں جو دینی مدارس پر فرقہ واریت کی تعلیم دینے کے حوالہ سے لگایا جائے اور جس میں فقہی مذاہب کو باعثِ انتشارِ امت قرار دیا جائے۔

عالم کفر کے خلاف فتوی جہاد

اپریل ۲۰۰۱ء میں اسکالرز اکیڈمی کے زیرِاہتمام جامعہ باب القرآن کراچی میں ایک فقہی نشست میں عالم کفر کے خلاف فتوی جہاد کے عنوان سے جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ ہم نے جون ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں بیان کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ اس مسئلہ پر مفصل موقف حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کے ایک مدلل فتوی کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔اور دیگر علماء کرام ومفتیان عظام کے بیانات بھی انشاء اللہ آئندہ شمارہ کی زینت بنیں گے۔

حضرت قبلہ مفتی صاحب سے ہمیں تاحال فتوی موصول نہیں ہوا جونہی یہ فتوی موصول ہوگا انشاء اللہ قریبی اشاعت میں شامل کر لیا جائے گا۔ رئیس المجلس الفقہ الاسلامی کو بھی اس سلسلہ میں استفتاء مئی میں ارسال کیا گیا تھا جو مجلس کے ایجنڈہ پر ہے مگر ابھی تک مجلس اس پر غور نہیں کر سکی جونہی مجلس کی جانب سے جواب موصول ہوگا اسے بھی ہم انشاء اللہ آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔

سردست ہمیں پاکستان کے ایک اہم مرکزِ فقہ وفتاوی' جامعہ نظامیہ رضویہ سے دو اعلی علمی شخصیات کا مرتب کردہ فتوی موصول ہوا ہے اور جہلم سے حضرت علامہ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی دامت برکاتہم کا تحریر کردہ فتوی موصول ہوا ہے یہ دونوں فتاوی بالترتیب پیشِ خدمت ہیں۔ مگر پہلے وہ سوال جو اسکالرز اکیڈمی کی طرف سے استفتاء کی صورت میں پاکستان کے چوٹی کے علماء ومفتیانِ اہلِ سنت وجماعت کو ارسال کیا گیا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین مفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ کہ :

عالمِ کفر' یوروپ و امریکہ' مسلمانوں کے خلاف بھرپور اقتصادی جنگ کے ساتھ ساتھ بعض مسلم علاقوں میں فضائی و زمینی حملوں کی صورت میں قتال بھی جاری رکھے ہوئے ہے' مثلاً فلسطین' عراق' چیچنیا' بوسنیا' کشمیر اور افغانستان پر براہِ راست یا بالواسطہ اس کی مہم جوئی بالکل عیاں ہے۔ ایسی صورت میں کچھ مسلم جہادی تنظیمیں جوابی کاروائیوں یا بالفاظِ دیگر دفاعی جہاد میں مصروف ہیں۔ مگر ہنوز علماءِ اہل سنت و جماعت کی طرف سے کوئی فتویٰ عالمِ کفر کے خلاف اقدامی یا دفاعی جہاد کے جواز کا مشتہر نہیں ہوا' جبکہ اہلِ حدیث' غیر مقلدین اور دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء (بشمول علماءِ سعودی عرب) کے بعض فتاویٰ اخبارات و مجلّات میں شائع ہوئے ہیں جن میں عالمِ کفر بشمول امریکہ و یوروپ کے خلاف ہر طرح کے جہاد کو جائز قرار دیا گیا ہے مثلاً جہاد باللسان' جہاد بالقلم' ان کی مصنوعات کے بائکاٹ کی صورت میں جہاد اور بوقتِ ضرورت ان کے ٹھکانوں پر حملوں کی صورت میں جہاد بالسیف والرمی وغیرہ شامل ہے۔

کیا علمائے اہلِ سنت کی نظر میں موجودہ عالمی صورتحال کے تناظر میں مسلمانوں پر عالمِ کفر کے خلاف جہاد فرض نہیں ہوا؟ اگر نہیں تو اس کے کیا شرعی موانع ہیں اور ایسی صورت میں مختلف ممالک میں مصروفِ عمل جہادی تنظیموں کے کفار کے ہاتھوں مارے جانے والے کارکنوں کی قربانیوں کی حیثیت کیا ہوگی؟ اور اگر جہاد فرض ہو چکا ہے تو شرعی دلائل کی روشنی میں مکمل شرح وبسط کے ساتھ فتویٰ جاری فرمائیں تاکہ عوامِ اہلِ سنت بالخصوص اور مسلمانانِ عالم بالعموم رہنمائی حاصل کر سکیں۔ اللہ رب العزت آپ کے مراتب بلند فرمائے اور آپ کو اجرِ عظیم مرحمت فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اراکین اسکالرز اکیڈمی کراچی